ڈاکٹر محمد آصف
استاد شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ، ملتان

پنجاب کی ملّی انجمنیں: عہدِ سرسید میں

Dr Muhammad Asif
Department of Urdu,
Bahauddin Zakariya University, Multan

National Organizations of Punjab:During sir syed's Period

The extensive movement raised by Sir Syed produced the versatile results. It was this movement that over powered the Muslim students and the thoughtful Muslims specially the Muslims of Punjab. Infact the foundation of Anjuman-e-Punjab in this part of the world brought about the educational awakening and commencement of intellectual and literary activities. The efforts of Sir Syed in Punjab yielded fruitful results and many scholastic and literary organizations, associations and societies were established in Lahore, Ludhiyana, Jalindhar, Amritsar, Gujrat and Jehlum etc. Among these organizations, Anjuman-e- Punjab, Anjum-e-Islamia Punjab (Lahore) and Anjuman-e-Himayat-e-Islam are three basic organizations that can help understanding the attitudes of Muslims and their educational, political, social and literary efforts.This article deals with the contribution of these organizations in detail.

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ علی گڑھ تحریک سے برصغیر میں مسلم نشاۃ الثانیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ سرسید نے مسلمانوں میں مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی کا شوق پیدا کیا۔ انہوں نے قرونِ وسطیٰ کی ذہنیت رکھنے والے علماء کو احساس دلایا کہ وہ وقت کے تقاضوں کو سمجھیں۔ پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے بڑھیں۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ پچھلے سو سال سے مسلمان جو کچھ تھے اور جو کچھ آج ہیں ان پر علی گڑھی گڑھ تحریک اور سرسید کے فکر و عمل کا گہرا اثر ہے۔ سیاسی اعتبار سے سرسید کا دوقومی نظریہ اقبال اور قائداعظم سے گزرتا ہوا قیامِ پاکستان پر منتج ہوا۔ حنیف رامے نے درست لکھا ہے کہ:۔

> ’’سرسید احمد خان نے مغربیت (Westernization) اور جدیدیت (Modernization) کے درمیان فرق کو اجاگر کر کے برصغیر کے مسلمانوں کو جدید تعلیم کے راستے پر نہ ڈالا ہوتا تو آج ہم جہالت کی

دلدل میں اس بُری طرح پھنسے ہوتے کہ نہ ہم میں کوئی اقبال پیدا ہوتا اور محمد علی جناح.........سرسید نے ایک طویل صبر آزما اور معجزنما جدوجہد سے مسلمانوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر دورِ حاضر کی للکار سے عہدہ برآ ہونے کے لائق بنا دیا۔''(۱)

سرسید نے وسیع پیمانے پر جو تحریک شروع کی تھی اس کے اثرات بھی انتہائی ہمہ گیر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں بھی مسلم طلباء اور باشعور افراد پر بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں پر علی گڑھ تحریک کے فکری عناصر کا غلبہ تھا اور ''لاہور تو گویا دوسرا علی گڑھ بنا ہوا تھا''(۲) سرسیّد نے ۱۸۷۳ء، ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۴ء میں پنجاب کے چار دورے کیے۔(۳) سرسیّد نے جب ۱۸۷۳ء میں پنجاب کا دورہ کیا تو ہر جگہ ان کا جوش و خروش سے خیر مقدم کیا گیا۔ اُن کا یہ ''پہلا سفرِ پنجاب ہماری قومی زندگی کے دور دراز سفر کا اولین سنگِ میل ثابت ہوا۔''(۴) بلاشبہ یہاں جدید تعلیم و تہذیب کی افادیت کا انفرادی احساس پہلے ہی سے موجود تھا مگر سرسیّد کے دوروں نے جدید تعلیم کے حصول کو بڑی حد تک اجتماعی احساس میں بدل دیا۔ پنجاب میں جس طرح جوش و خروش کے ساتھ سرسید کی قدر و منزلت کی گئی اس کے چشم دید گواہ سرسید کے سفرِ پنجاب کے رفیق اور ''سرسید احمد خان کا سفرنامہ پنجاب کے مؤلف'' مولوی سید اقبال علی ہیں۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''گو شمال مغربی اضلاع یا صوبہ اودھ میں جیسے کہ چاہیے ان کی کچھ قدر نہ ہو (''سرسید تحریک کا مرکز قدرۃً آگرہ و اودھ تھا'')(۵) مگر پنجاب کے لوگوں نے ثابت کر دیا کہ وہ قومی بھلائی میں کوشش کرنے والے، قومی ہمدردی کرنے والے، قوم کی ترقی چاہنے والے، اپنے زمانے کے رفارمر کی کیسی قدر کرتے ہیں۔ میں اس سفر میں سید احمد خان صاحب کے ہمراہ تھا جو عزت و قدر و منزلت و تعظیم و تواضع دلی جوش سے پنجاب کے لوگوں نے ان کی کی میں نے تو آج تک کسی کی دیکھی اور نہ کسی کی سنی۔''(۶)

دراصل یہاں انجمن پنجاب کے قیام (۱۸۶۵ء) سے مسلمانوں کی تعلیمی بیداری، ذہنی و تخلیقی، عملی و علمی سرگرمیوں کا دور شروع ہو چکا تھا۔ انجمن پنجاب کے اغراض و مقاصد یہ تھے۔

قدیم مشرقی علوم کا احیاء، دیسی زبانوں کے ذریعے باشندگانِ ملک میں علوم مفیدہ کی اشاعت، صنعت و تجارت کا فروغ، علمی، ادبی معاشرتی اور سیاسی مسائل پر بحث و نظر، انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان اجنبیت کے احساس کو ختم کر کے انہیں ایک دوسرے کے قریب لانا، عوام الناس میں وفاداری اور مشترک ریاست کی شہریت کے احساس کو فروغ دینا، مفادِ عامہ کے اقدامات میں صوبے کے بارسوخ اور اہلِ علم حضرات کو افسرانِ حکومت کے قریب تر لانا۔ علومِ مشرقی کے احیاء کے ساتھ ساتھ جدید مغربی علوم کو دیسی زبانوں میں پڑھانا۔

بنیادی طور پر انجمن پنجاب علمی اور تعلیمی انجمن تھی۔ چنانچہ اس کا دائرہ کار محدود تھا لیکن بایں ہمہ انجمنِ پنجاب ہی کی مساعی سے ۱۸۶۵ء ہی میں علوم والسنۂ مشرقیہ کا ابتدائی ادارہ اورینٹل سکول وجود میں آیا، جس کو بعد میں ۱۸۷۲ء میں 'یونیورسٹی اورینٹل کالج' کا درجہ دیا گیا اور اس کے بعد ۱۸۸۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا، ان اداروں نے جو تعلیمی و علمی اور ادبی خدمات سرانجام دیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

انجمن پنجاب نے جہاں انگریزی خیالات کے زیر اثر جدید نظم کو فروغ دیا وہاں اورینٹل کالج اور پنجاب یونیورسٹی کے قیام (۱۸۷۲ء) کے ساتھ ساتھ جدید تعلیمی مقاصد کے لیے مفید کتابوں کے تراجم و تالیف کی مہم شروع کی۔ انجمن کے ماہنامہ رسالوں اور ہفتہ وار اخباروں نے عوام الناس کی ذہنی تربیت اور افکار و خیالات کی ترویج و اشاعت کو فروغ دیا۔(۷) آزادؔ اور حالیؔ نے نظم ہائے جدید پیش کیں۔ آزاد نے نئے اندازِ فکر کی ضرورت اور جدید نظم کی غرض و غایت پر لیکچر دیا اور انگریزی خیالات کے پرَتو سے اردو کے لیے زیور وزیبائش کے لیے تلقین کی۔(۸)

انجمن پنجاب کا ایک بڑا مقصد جدید علوم کی ترویج کے ساتھ ساتھ مشرقی اور اسلامی علوم کو فروغ دینا تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب مشرقی علوم کی تدریس وترویج ہی کو ترجیحی اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ انجمن پنجاب کی یہ تعلیمی تحریک جلد ہی صوبے بھر میں پھیل گئی اور ہمیں اسی زمانے میں جبکہ ملک کے دوسرے حصوں میں سرسید کو اپنی تعلیمی تحریک پھیلانے میں دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ انجمن پنجاب کی آواز کو قبول عام حاصل ہوا اور اس کی شاخیں امرت سر، گورداس پور، قصور، راولپنڈی میں بھی قائم ہوگئیں۔ اس کے اثرات دہلی اور میرٹھ تک جا پہنچے۔ لوگوں میں جدید اور قدیم علوم وفنون کے حصول کے لئے ایک تڑپ اور علم کی ایک خاص طلب پیدا ہوگئی۔ (۹) اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ انجمن پنجاب پہلے ہی سے علی گڑھ تحریک کے لئے ذہنی فضا ساز گار کر چکی تھی۔

پنجاب میں علی گڑھ تحریک اور جدید انگریزی خیالات ونظریات کو جو قبولِ عام حاصل ہوا تو اس کے اسباب و وجوہات میں سیاسی حالات وواقعات کا دخل بھی تھا۔ ۱۸۴۹ء میں جب پنجاب کا الحاق ایسٹ انڈیا کمپنی سے ہوا تو اس کے نتیجے میں انگریزی اقتدار یہاں مستحکم ہوگیا اور یہ علاقہ انگریزوں کی عملداری میں آ گیا۔ تمام شعبہ ہائے حیات میں قدرتی طور پر انگریزی افکار وخیالات اور حکمتِ عملی کے اثرات نمایاں ہونے شروع ہوگئے۔ انگریزوں کے اقتدار سے قبل یہ علاقہ سکھوں کے دور کی طوائف الملوکی، بدنظمی اور جبر واستبداد کے شکنجے میں گرفتار تھا۔ انگریزوں کے عملداری کے بعد سکھوں کے دور کے اس انتشار اور ظلم وتشدد کا خاتمہ ہوگیا۔ یہاں کے مسلمانوں کو سکھوں کے ظلم وستم سے نجات ملی اور مجموعی طور پر امن وامان قائم ہوگیا۔ اس طرح اس علاقے میں انگریزوں کو سکھوں سے نجات دلانے والا خیال کیا جاتا تھا اور یہاں انگریزوں کے تسلط اور تعلیم جدید کے خلاف وہ وحشت ونفرت نہیں تھی جو ۱۸۵۷ء کی تباہی و بربادی کے نتیجے میں دہلی اور اودھ وغیرہ میں مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوئی۔ (۱۰)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود سرسید کے اپنے صوبے کی آبادی کے سوادِ اعظم نے ان سے جو سلوک روا رکھا تھا اس کے برعکس پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے سرسید کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا اور ان کی جدید مغربی طرز کی تعلیمی تحریک کو کھلے دل سے قبول کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید کے پہلے دورے (۱۸۷۳ء) کے بعد ہی یہاں کے مسلمانوں میں ذہنی بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں مختلف ملی انجمنیں وجود میں آنا شروع ہوگئیں۔ جب سرسید نے دوسرا دورہ (۱۸۸۴ء) کیا تو انجمنیں اسلامیہ پنجاب لاہور اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے علاوہ لدھیانہ، جالندھر، امرتسر، گجرات، جہلم وغیرہ میں متعدد اسلامی انجمنیں مسلمانوں کی علمی وادبی اور سماجی فلاح وتحرک کے لئے قائم ہوچکی تھیں اور یقیناً یہ انجمنیں نہ صرف پنجاب کے مسلمانوں کی بیداری اور زندہ دلی کی واضح دلیلیں ہیں بلکہ یہاں علی گڑھ تحریک کی مقبولیت کا ایک بین ثبوت بھی ہیں۔ (۱۱)

پنجاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ سرسید کے عقائد اور ان کے اجتہادی نظریات کے خلاف یہاں کے علماء نے محاذ آرائی اور فتوے بازی میں حصہ نہیں لیا۔ 'نیچریت' کے خلاف تکفیر سازی کی مہم کے برعکس یہاں سرسید کا بڑے جوش وخروش سے خیر مقدم کیا گیا۔ (۱۲) مندرجہ بالا سطور میں ذکر کیا گیا ہے کہ سرسید کی قومی تحریک کا مرکز آگرہ اور اودھ تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو ذاتی مخاصمت اور اصولی نزاع کے جن حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا ان کا گڑھ بھی آگرہ اور اودھ کے علاقے ہی تھے۔ لعن طعن، سبّ وشتم، تذلیل وتکفیر، کوئی وار نہ تھا جو تحریک کے زمانۂ آغاز میں سرسید پر نہ کیا گیا ہو۔ انہیں نیچری، کرسٹان، دہریہ، ملحد، مرتد، منافق، بدعتی، بے دین، سب کچھ کہا گیا۔ بقول مولانا عبدالحلیم شرر ''درودیوار سے لعنت ونفرین کی صدا'' اٹھنے لگی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے بہ کوششِ خاص سرسید پر کفر کے فتوے منگوائے گئے اور جب اس سے تسلی نہ ہوئی تو مقامی طور پر ان کے قتل کے فتوے جاری ہوئے۔ غرض ان کے اپنے مراکز نے جو سلوک ان سے روا رکھا تھا اس کے برعکس اہل پنجاب نے

انتہائی فرطِ عقیدت اور جوش وخروش سے انہیں اپنے سر اور آنکھوں پر بٹھایا۔ اس کلیدی صوبے نے سرسید کی دعوت پر جس طرح لبیک کہا اس نے ان کی قومی تحریک میں نئی جان ڈال دی۔ (۱۳)

پنجاب میں سرسید کی کوششیں سب سے زیادہ بار آور ہوئیں۔ اس حوالے سے سرسید کے دیرینہ رفیق کار حالی کا وہ بیان بے حد اہم ہے جس میں انہوں نے سرسید کے جدید تعلیمی اثرات کو قبول کرنے میں پنجاب کے مسلمانوں کے کردار کو سراہا ہے۔ (اس بیان سے ایسی وجوہات بھی سامنے آتی ہیں جن کی بنا پر سرسید کا قومی پیغام مسلمانانِ پنجاب نے برجستگی سے قبول کرلیا) وہ لکھتے ہیں:

> ''پنجاب کے مسلمان جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کی بدولت ایک مدت بعد نئی زندگی حاصل کی تھی اور اس لیے انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کو خیر مقدم کہنے کے لیے تیار بیٹھے تھے سرسیّد کی منادی پر اس طرح دوڑے جیسے پیاسا پانی پر دوڑتا ہے...... سچ یہ ہے کہ سرسیّد اور ان کے کاموں کی کسی صوبے نے عام طور پر ایسی قدر نہیں کی جیسی پنجاب والوں نے کی...... سرسیّد کی اصلاحیں انہوں نے سب سے زیادہ قبول کیں اور قوم کی بھلائی کے کاموں میں سب سے بڑھ کر انہوں نے سرسیّد کی تقلید اختیار کی۔ یہاں تک کہ ان کو ''زندہ دلان پنجاب'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ انہوں نے ہندوستان کے اور حصوں کی طرح سرسید کو مسلمانوں کی صرف دنیوی ترقی کا خواستگار مگر دین کا مخرب نہیں ٹھہرایا، بلکہ ان کو دنیا اور دین دونوں کا سچا خیر خواہ اور خیر اندیش سمجھا۔ حق یہ ہے کہ قومی خدمات کی داد جو قوم کی طرف سے سرسید کو ملنی چاہیے تھی اس کا حق پنجاب کے مسلمانوں کے برابر کسی صوبے سے ادا نہیں ہو سکا اور جو تقویت برٹش گورنمنٹ کی امداد اور حضور نظام کی فیاضی اور بعض دیگر ریاستوں کے غلطیوں سے ہوئی۔ پنجاب کے عام مسلمانوں نے اس سے کچھ کم تقویت سرسید کو نہیں پہنچائی۔'' (۱۴)

حقیقت یہ ہے کہ سرسید تحریک کو پنجاب میں قبولیت ومقبولیت اس لئے حاصل ہوئی کہ سرسید کے سفر پنجاب سے قبل ہی انجمن پنجاب کے قیام سے یہاں کے بعض باشعور، پڑھے لکھے لوگوں میں مسلمانوں کی حالتِ زار کا احساس جنم لے چکا تھا اور مسلمانوں کی سماجی، مذہبی اور تعلیمی بیداری کے لئے مختلف انجمنیں قائم ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ انہی انجمنوں نے سرسید کے لئے یہاں زمین ہموار کی تھی (جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا گیا) اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ میاں محمد شاہ دین نے پنجاب کے مسلم سوسائٹیوں کے حوالے سے ایک مضمون لکھا تھا جو ''دی انڈین میگزین' میں اپریل ۱۹۸۸ء میں (اسی دور میں سرسید نے پنجاب کا تیسرا دورہ کیا تھا) شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کا عنوان تھا ''Muhammadan Societies in the Punjab''۔ اس میں انہوں نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ گذشتہ بیس سالوں میں (سرسید کے دوروں سے قبل ہی اور انجمن پنجاب کے قیام کے زمانے ہی سے) متعدد مسلم انجمنوں کے مسلسل قیام کی بدولت مسلمان بالخصوص متوسط طبقہ کے مسلمان ذہنی طور پر بیدار ہوگئے ہیں یہ بے حد حوصلہ افزاء امر ہے کہ ان انجمنوں کی بدولت بالآخر مسلمانان پنجاب اپنی پست حالی کے خاتمے اور سیاسی سماجی، علمی وادبی بیداری وترقی کے لئے کچھ کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ (۱۵) پنجاب کے مسلمانوں کے رویے اور ان کی تعلیمی، سیاسی، سماجی، ادبی اور اصلاحی مساعی کو سمجھنے کے لئے دو اسلامی انجمنوں کا ذکر کیا جاتا ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس وقت کی بدلتی ہوئی صورتحال میں یہ دو انجمنیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں: ۱۔ انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور ۲۔ انجمن حمایت اسلام لاہور (۱۶) ان انجمنوں نے اپنی متعدد انجمنیں اور ادارے پنجاب کے مختلف شہروں میں قائم کئے۔ انہی کی بنیادوں اور انہی کے خطوط پر پناجب میں ان کے علاوہ دیگر انجمنیں قائم ہوئیں۔ اس لئے ان دو انجمنوں کا مطالعہ ایک طرح سے، بحیثیت مجموعی، پنجاب کی ملی انجمنوں کے مطالعے پر محیط ہے۔

''انجمن اسلامیہ'' پنجاب کے مسلمانوں کی ''سب سے پہلی قومی جماعت'' ہے جو پنجاب میں ۱۸۶۹ء میں مولوی برکت علی خان کی تجویز وتحریک پر وجود میں آئی۔ اگرچہ اس کا بنیادی مقصد بادشاہی مسجد کی دیکھ بھال تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کے اغراض ومقاصد، دائرہ عمل اور تنظیمی ڈھانچے میں وسعت پیدا ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۸۸۴ء میں گورنمنٹ آف پنجاب نے اسے مسلمانوں کی سب مقتدر، اہم اور نمائندہ جماعت قرار دیا۔(۱۷) انجمن اسلامیہ کے قیام کے زمانے میں مسلمانوں کی مذہبی واخلاقی حالت بے حد پست تھی۔فرقہ واریت اور مذہبی تعصب وعناد کا بازار ہر طرف گرم تھا۔مسلمانوں کی تاریخی یادگاریں مثلاً شاہی مسجد، سنہری مسجد، مسجد ٹکسالی دروازہ اور تبرکات عالیہ وغیرہ ''مذہبی طوائف الملوکی'' کا شکار ہوکر مختلف فرقوں کی ''متعصب ملکیت'' کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔(۱۸) ''انجمنیں اسلامیہ'' کے اغراض ومقاصد یہ تھے:

☆ مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی معاملات وحالات سے متعلق تجاویز سوچنا اور ان کو عمل میں لانا۔
☆ مسلمان طلباء کو تعلیمی ترقی کے لئے وظائف بطور قرضہ حسنہ دینا۔
☆ مسلمانوں کے اوقاف کی حفاظت، نگرانی وانتظام اور ان میں توسیع کرنا۔
☆ ہر اس معاملے میں جو کہ مذہب اسلام کے منافی نہ ہو حکومت سے تعاون کرنا۔
☆ مسلمانوں کے حقوق کی نسبت حکومت کی خدمت میں حسبِ ضرورت وفود یا عرضداشت بھیجنا۔(۱۹)

انجمن اسلامیہ کا دراۂ کار اگرچہ اپنے وسیع تر مقاصد کے مقابلے میں محدود رہا تاہم مسلمانوں کی فلاح و بہبود، مساجد کی واگزاری، ان کی تعمیر ومرمت، مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں تعصب کا خاتم کر کے ان میں اتحاد واتفاق اور مصالحت ومفاہمت پیدا کرنا، عربی تعلیم کی طرف رغبت پیدا کرنا وغیرہ---ان اور ان جیسے بے شمار امور میں انجمن اسلامیہ نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔عربی تعلیم کے فروغ کے لئے شاہی مسجد میں ''مدرسۂ عربیہ'' قائم کیا گیا۔اسلام کی نشرواشاعت کے لئے ''انجمن تبلیغ اسلام'' کا قیام عمل میں آیا۔اس کے علاوہ شاہی مسجد، سنہری مسجد، مسجد لاڈو، مسجد ٹکسالی دروازہ، مسجد بکٹی بازار، مسجد حمام والی، مسجد شہید، مسجد شاہ چراغ وغیرہ کا انتظام وانصرام اور تعمیر ومرمت بھی انجمن اسلامیہ پنجاب کے ذمے رہی۔(۲۰)

انجمن اسلامیہ کا دائرہ کار صرف مذہبی امور تک ہی محدود نہیں تھا (جیسا کہ انجمن کے اغراض ومقاصد کے ذیل میں تذکرہ کیا گیا) بلکہ انجمن نے مسلمانوں کو نہ صرف عربی فارسی اور قدیم مشرقی علوم کی طرف رغبت پیدا کی بلکہ جدید علوم وفنون کی طرف بھی توجہ دلائی۔اس انجمن نے اسلام کو علوم جدیدہ کی روح سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ سرسید نے پنجاب میں جو دورے کئے ان کا کریڈٹ حقیقت میں اس انجمن کو جاتا ہے اور یقیناً یہ انجمن اسلامیہ سرسید کے جدید مقاصد، جدید نظریات اور روشن خیال متوازن نقطۂ نظر سے دلی لگاؤ کا ثبوت بھی ہے۔ چنانچہ یہ بانی انجمن مولوی برکت علی خان ہی تھے جنہوں نے سرسید کو ۱۸۷۳ء اور پھر ۱۸۸۴ء میں پنجاب کے دورے کی دعوت دی اور سرسید کے دوروں کو کامیاب بنانے کے لئے بہ درجۂ اتم کوشش کی۔اسی انجمن کی مساعی کی بدولت یہاں سرسید کا پرجوش استقبال کیا گیا۔

لاہور کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بڑی خواہش تھی کہ سید صاحب اسلام پر ایک لیکچر دیں۔ چنانچہ انجمن کی طرف سے ''اسلام'' پر سرسید کے خصوصی لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔اس میں سرسید نے اپنے مخصوص خیالات اسلام سے متعلق پیش کئے۔ اسلام کو دینِ فطرت قرار دیتے ہوئے اسے جدید تقاضوں کے مطابق قرار دیا اور اسلام کو جدید اصولوں کی روشنی میں سمجھنے پر زور دیا۔(۲۱) ''پنجابی اخبار'' لاہور (۱۲/مارچ ۱۸۸۴ء) کے مطابق سرسید نے لاہور ہر ایک فرقے کے محقق گروہ پر ثابت کر دیا کہ وہ بے شبہ پکے مسلمان اور اسلام کے سچے خیر خواہ ہیں (۲۲) اور بقول اخبار ''انجمن پنجاب'' (۹/فروری ۱۸۸۴ء) اس لیکچر سے نہ صرف احباب کی آرزو پوری ہوئی بلکہ وہ نتائج ظاہر ہوئے کہ جن کا خیال بھی نہ تھا۔لاہور میں ہر فرقے، ہر مسلک، ہر مذہب اور ہر نظریے کا حامی شخص سرسید سے متفق نظر آتا تھا۔سرسید کے دنیاوی خیالات کہ ہر شخص جس کا پہلے سے ہمدرد تھا اب مذہبی

عقائد سے متعلق بھی ان کی غلط فہمیاں بالکل دور ہو چکی تھیں (۲۴) یہاں یہ بحث اس لئے پیش کی گئی ہے کہ یہ تمام انتظام وانصرام، اور یہ تمام کوششیں انجمن اسلامیہ پنجاب کی طرف سے ہورہی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن نے یقیناً سرسید کی تحریک کو پنجاب میں مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہاں اس طویل ایڈریس کا ذکر ضروری ہے جو انجمن اسلامیہ کی طرف سے سرسید کی خدمت میں پیش کیا گیا اس ایڈریس کو مولوی برکت علی خاں صاحب نے نہایت خوبی سے پڑھا۔ اس میں نہایت عزت واحترام، عقیدت ومحبت کے ساتھ سرسید کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کی علمی وادبی، سماجی وسیاسی اور مذہبی اصلاح کی کوششوں کا اعتراف کیا گیا۔ سرسید کی تصانیف، اداروں کے قیام، جدید مغربی خیالات اور علوم کو عوام میں مقبول بنانا، سرسید کے سفرِ ولایت اور اس کے اثرات کا نہایت احسان مندی کے ساتھ تذکرہ کیا گیا۔ یہ ایڈریس ہمارے لئے اس لئے بے حد اہم ہے اس سے خود انجمن کے منشور، انجمن کے اغراض ومقاصد، سرسید تحریک سے لگاؤ اور جدید علوم وفنون کی طرف رغبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں اس کی چند عبارات درج کرنا بے حد ضروری ہیں:۔

''آپ نے وقت کو دیکھ کر ایک اخبار جاری کیا جو اپنی دو زبانوں سے انگریزی اور دیسی قوموں کے درمیان ترجمان ہے۔ اخبارِ مذکور ایک رحمت ہو کر اٹھا اور مضامینِ ملکی، اخلاقی، علمی، اصلاحی قومی کا مینہ برسا دیا''

''ولایت میں بھی آپ خالی نہیں بیٹھے۔ وہاں کے کتب خانوں کو تجسس کی نگاہ سے دیکھا اور قدیم وجدید کتابوں سے عمدہ اور کارآمد مطالب نکال کر لائے۔ جو یہاں حاصل ہونے ناممکن تھے............ بعض اہلِ یورپ کی عمدہ تصنیفیں اسلام کے متعلق لائے کہ ہندوستان نے انہیں شوق کے ہاتھوں پر لیا اور دیسی زبان میں ترجمہ کیا کہ ان سے روشن دماغ لوگوں کے عقیدوں کو روشن کیا''

''آپ نے سب کو سمجھا دیا کہ اسلام کی خیر خواہی فقط مسلمانوں یا ان کے ایک فرقے میں محبوس نہیں۔ کل اولادِ آدم مختلف رنگ، مختلف مذہب، مختلف وطن، شہر میں ہوں یا گاؤں جنگل میں، یا پہاڑوں میں، دریا اور سمندر کے کڑاڑوں میں، بلکہ جو گمنامی کے جزیروں میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ سب کا فیض پہنچانے والا ہے۔''

''آپ نے .... برداشتِ مکروہات سے ہمیں سکھایا کہ قومی ہمدردی اور ملکی اتحاد کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں۔''

''عقل حیران ہوتی ہے کہ ملک کی شکستہ حالی، قوم کی یہ بدحالی، باوجود اس کے انہی میں سے ایک شخص پیدا ہو جائے جو ایسے خیالات اور ایسے اعمال کا موجد اور آفریدگار ہو۔ یہ فقط شانِ الٰہی ہے۔'' (۲۵)

اگرچہ یہ اقتباسات طویل ہو گئے ہیں لیکن ان کو درج کرنا اس لئے ضروری تھا کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انجمن اسلامیہ کوئی تنگ نظر مذہبی ذہنیت کی حامل انجمن نہیں تھی بلکہ اس کے مقاصد میں جدید نظریات، جدید علوم وفنون اور جدید مغربی خیالات کی ترویج صحیح اسلامی روح کے ساتھ ہم آہنگ تھی۔ اس حوالے سے انجمن اسلامیہ کی خدمات کا وہ اعتراف نہیں کیا گیا اور وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کی وہ مستحق تھی۔ یقیناً پنجاب کے عوام کی ذہنی بیداری میں اس انجمن کا اہم کردار ہے۔ اس کی منظّم وسعت، تنظیمی صلاحیت اور عوام الناس کی علمی وادبی نشو ونما میں دلچسپی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ محض ۱۸۸۳ تک یعنی اپنے قیام کے بعد تقریباً ۱۴ سالوں کے اندر پنجاب کے مختلف شہروں میں اس کی ۲۰ شاخیں قائم ہو چکی تھیں اور اس سے عوام کے ذہن ودل پر اس کے اثرات اور مقبولیت کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ (۲۶)

اس انجمن نے نہ صرف مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول پر آمادہ کیا بلکہ سیاسی مسائل کے حوالے سے بھی اپنی ہر ممکن کوشش کی۔ میاں محمد شاہ دین نے ۳۰ رنومبر ۱۹۰۷ء کو پنجاب پراونشل مسلم لیگ لاہور کے افتتاحی اجلاس کے خطبۂ صدارت

میں سیاسی حوالوں سے انجمن کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا تھا کہ ''اس شہر میں اس سے پہلے بعض ایسی اسلامی انجمنیں موجود ہیں جو کم وبیش خاص خاص اغراض ومقاصد کی تکمیل کر رہی ہیں اور امید ہے کہ کرتی رہیں گی۔ان سب میں 'انجمن اسلامیہ' ایک ایسی ہے جس نے اپنے وقت میں چند پولیٹیکل معاملات کے متعلق، جن کا اثر پنجاب کے مسلمانوں پر پڑتا تھا خاص معین حدود کے اندر نہایت عمدہ اور قابل تعریف کام کیا ہے۔''(۲۷)

غرض مندرجہ بالا مباحث کو مدنظر رکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی تعلیمی اور ذہنی بیداری کے سلسلے میں 'انجمن اسلامیہ' پنجاب نے اہم کردار ادا کیا اور پنجاب میں علی گڑھ تحریک کو مقبول اور فعال بنانے میں جہاں اور دوسرے عوامل تھے۔ وہاں انجمن اسلامیہ کی خدمات کو نظر انداز نہیں جاسکتا۔(یہ امر بھی اہم ترین واقعہ ہے برصغیر کے مسلم معاشرے کو انتہائی سرعت سے متاثر کرنے والے اردو اور فارسی کے اہم ترین شاعر اور مفکر علامہ اقبال یورپ سے آنے کے بعد ۱۹۰۹ء سے ۱۹۳۷ء تک مختلف حیثیتوں میں اس سے وابستہ رہے)(۲۸)

''انجمن اسلامیہ پنجاب'' کے قیام کے تقریباً پندرہ سال بعد ستمبر ۱۸۸۴ء انجمن حمایت اسلام، لاہور کا قیام عمل میں آیا۔(۲۹) ۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کو مسجد بکن خان اندرون موچی دروازہ، لاہور میں مقامی مسلمانوں کا ایک اجتماع ہوا اس میں شرکاء کی تعداد اڑھائی سو کے لگ بھگ تھی۔ اسمیں لاہور کی بعض سرکردہ شخصیات بھی شامل تھیں۔اس جلسے میں ایک ملی وقومی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کا نام انجمن حمایت اسلام رکھا گیا(۳۰) اس کے بنیادی مقاصد حسب ذیل تھے:۔

۱۔ عیسائیوں کی تبلیغ کا سدباب۔
۲۔ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایسے اداروں کا قیام جن میں قدیم وجدید دونوں قسم کے علوم کا مطالعہ کیا جائے۔
۳۔ مسلمانوں کے یتیم لاوارث بچوں کے لئے ایسے ادارے قائم کرنا جن میں پرورش کے علاوہ ان کی تعلیم وتربیت بھی کی جائے۔
۴۔ اسلامی لٹریچر کی اشاعت(۳۱)

یہ انجمن ایک ملی انجمن تھی۔اس نے اپنے وسیع تر مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بے شمار ادارے قائم کئے۔اس نے اپنی کوششوں کا آغاز دو پرائمری سکولوں کے آغاز سے کیا تھا لیکن ایک وقت بھی ایسا آیا کہ بے شمار تعلیمی ورفاہی ادارے اس کے تحت کام کر رہے تھے۔لڑکوں اور لڑکیوں کے کئی سکول اور کالجز، لاء کالج، طبیہ کالج، یتیموں کے لئے زنانہ ومردانہ دارالشفقت، دارالاطفال، پیشہ وارانہ تربیت کے مراکز، کتب خانہ، جدید آلات سے آراستہ ایک چھاپا خانہ (حمایت اسلام پریس، لاہور)، ایک علمی وادبی ہفت روز (حمایت اسلام) اور باقاعدگی سے وسیع پیمانے پر سالانہ جلسوں کا انعقاد۔غرض انجمن حمایت اسلام نے ان تمام اداروں اور اپنے جلسوں کے ذریعے ملک وقوم کی دینی، تعلیمی، سیاسی، علمی وادبی، سماجی وثقافتی خدمات انتہائی خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔(۳۲) اس کا اہم ترین کارنامہ اسلامیہ کالج لاہور کا قیام ہے جس کی تاسیس مئی ۱۸۹۲ء میں کی گئی۔(۳۳)

میاں محمد شاہ دین نے ۲۸ ستمبر ۱۸۹۳ء کو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ علی گڑھ میں ۶۵ صفحات پر مشتمل ایک مضمون ''پنجاب کے مسلمانوں میں تعلیم'' کے موضوع پر انگریزی میں پڑھا تھا۔اس مضمون میں انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے قیام کے پس منظر پر بھی بالواسط روشنی ڈالی ہے اور مسلمانوں کی تعلیمی صورتحال کا مفصل مطالعہ بھی کیا ہے۔وہ مسلمانوں کی قومی ترقی کو تعلیمی ترقی سے مشروط کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ یقیناً مذہبی تعصب اور قومی تفاخر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی ترقی میں رکاوٹ ہیں لیکن اب یہ احساسات تیزی سے ختم ہو رہے ہیں تاہم ایک بڑی رکاوٹ افلاس بھی ہے۔(۳۴) علمی ومعاشی پسماندگی یہ ایسے دو عوامل تھے جن کو دور کرنے کے لئے سرسید مسلسل کوشش کرتے رہے۔اسی طرح

انجمن حمایت اسلام کو بھی مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور افلاس کا شدید احساس تھا۔ اس لئے تعلیمی ترقی اور معاشی خوشحالی انجمن حمایت اسلام کا بنیادی مقصد تھا۔ یہ انجمن چندے کے ذریعے چلتی تھی۔ اس مقصد کے لئے سالانہ اجلاس بھی ہوتے تھے۔ ان جلسوں میں ممتاز علماء، ادباء، شعراء، سیاست دان دور دراز سے آ کر شریک ہوتے۔ مثلاً سرسید، نواب وقار الملک، مولوی نذیر احمد، مولانا حالی، شبلی، اکبر الہ آبادی، سیماب اکبر آبادی، مرزا رشد گورگانی، مرزا عبدالغنی، مولانا ظفر علی خان، سر شیخ عبدالقادر، ابوالکلام آزاد، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، خواجہ حسن نظامی، چودھری خوشی محمد ناظر، مولانا ثناء اللہ، مولانا سلیمان پھلواری، سائل دہلوی اور علامہ اقبال وغیرہ۔ غرض انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ ایک علمی و ادبی میلہ متصور ہوتا تھا اور ہر سال تین دن تک مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع عوام اور خواص میں زندگی کی تازہ روح پھونکنے کا باعث بنا رہتا[(۳۵)] ڈاکٹر خلیفہ شجاع کے بقول انجمن حمایت اسلام شمالی ہندوستان میں وہی کام سرانجام دے رہی تھی جو سرسید نے علی گڑھ کے ذریعے انجام دیا تھا۔ البتہ یہ امتیاز ضرور تھا کہ انجمن متوسط طبقے اور عوام سے زیادہ قریب تھی اور اس کی خدمات کا دائرہ زیادہ تر انہیں طبقوں کو محیط کئے ہوئے تھا۔[(۳۶)]

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (۱۸۸۶ء) کی طرح قومی میلہ سمجھے جاتے تھے لیکن دونوں کے رنگ ڈھنگ جدا تھے۔ کانفرنس کا دائرہ تعلیمی، تہذیبی اور اقتصادی مسائل تک محدود تھا۔ انجمن کی تعلیمی و رفاہی سرگرمیوں کے باوجود اس کی سرگرمیوں میں مذہبی پہلو ہمیشہ نمایاں رہا۔ کانفرنس کا تعلق خواص سے تھا۔ اس کے جلسوں میں زیادہ تر مختلف علاقوں کے نمائندہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کثیر تعداد میں شریک ہوتے اور قومی مسائل پر سنجیدہ و پر مغز تقریریں کرتے جبکہ انجمن ایک عوامی و ملی تحریک تھی اس لئے اس کا رابطہ تمام عوام سے تھا اور کانفرنس کی نسبت زیادہ گہرا تھا۔ اس لئے اس کی تقریریں بھی عوامی مسائل سے متعلق پر جوش اور مذہبی و ملی ہوتی تھیں۔ اس کے جلسوں میں محض خواص ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے لوگ مثلاً وکلاء، شعراء، اساتذہ، سکولوں اور کالجوں کے طلباء، بزرگان قوم، علمائے دین، پرجوش عوام، بے سہارا طبقات، مقتدر سیاست دان اور عوامی نمائندے غرض پر جوش عوام کا ایک جم غفیر ہوتا اور سرسید کے دیئے ہوئے لقب (جو انہوں نے اپنے ابتدائی دورے میں دیا اور جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا) ''زندہ دلانِ پنجاب'' کی زندہ تفسیر ہوتا۔ غرض یہ جلسہ مسلم قوم کا صحیح معنوں میں نمائندہ تھا۔ اس کے جلسوں میں قومی و ملی شاعری کی تحریک کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔[(۳۷)] حتیٰ کہ ہمارے عظیم قومی شاعر اقبال کی اس انجمن سے وابستگی بھی اہم ترین واقعہ ہے۔ خود اقبال کی شاعری کے لئے بھی اقبال کے لئے بھی۔ اس لئے کہ اسی دور میں انجمن سے وابستگی کے سبب اقبال کی ملی یا عوامی شاعری کی ابتدا ہوئی۔ اقبال عوام میں مقبول و مشہور ہوئے۔ انجمن مستحکم ہوئی اور اس کو اپنے ملی مقاصد میں کامیابی کے لئے ایک نہایت اہم (بلکہ سب سے اہم) وسیلہ اقبال کی شکل میں میسر آیا۔ اقبال ۱۲رنومبر ۱۸۹۹ء کو انجمن کی مجلس منتظمہ کے رکن منتخب ہوئے اور اس کے بعد آخر تک انجمن سے تعلق کو استوار رکھا۔[(۳۸)]

انجمن حمایت اسلام خالصتاً ملی و عوامی انجمن تھی۔ جو عوام ہی کے ذریعے مستحکم ہوئی۔ ہمیشہ نچلے اور متوسط طبقے کے لوگوں کی خدمات میں مصروف رہی۔ اس نے اپنا منتہائے نظر ہمیشہ یہی رکھا کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کو درست کیا جائے اور علم کی روشنی سے ان پسماندہ اور غریب مسلمانوں کے سینوں کو منور کیا جائے۔[(۳۹)] انجمن کی بنیاد خالصتاً دینی اور اسلامی امور کی ترویج اور عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے رکھی گئی تھی۔ اپنے قیام کے ایک سال بعد ہی انجمن نے ایک ماہنامہ 'حمایت اسلام' جاری کیا جسے ۱۹۲۶ء میں ہفت روزہ کر دیا گیا۔ یہ رسالہ مفت تقسیم کیا جاتا تھا۔ ۱۸۸۶ء میں درسی کتابوں کا ایک سلسلہ شروع کیا، ۱۸۸۶ء ہی میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن جاری کیا۔ اشاعتِ اسلام کالج کا قیام ۱۹۳۰ء عمل میں آیا۔ انجمن نے اسلامی لٹریچر کی طباعت اور اشاعت میں بھر پور حصہ لیا جس میں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مذہبی اور دینی تعلیم دی

جاتی تھی۔ (۴۰)

''انجمن کی تعلیم خدمات اتنی ہیں کہ اس بارے میں پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ تعلیم نسواں، مردانہ تعلیم، طبی خدمات، جدید و قدیم دونوں قسم کے علوم کی تعلیم کے لئے سکول اور کالجز کا قیام (جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا) اگر جائزہ لیا جائے تو زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ ہوگا جس میں انجمن حمایت اسلام کے اداروں کے تعلیم یافتہ افراد اعلیٰ اور کلیدی اسامیوں پر فائز نہ ہوں۔ (۴۱) انجمن نے یتیم، بے سہارا بچوں اور لوگوں کے لئے فلاحی اداروں اور یتیم خانوں کی بنیاد رکھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انجمن حمایت اسلام نہ صرف عہد سرسید بلکہ قیام پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد بھی طویل عرصے تک اپنی خدمات اسی طرح سرانجام دیتی رہی جس طرح اپنے آغاز اور وسط میں انجام دیتی رہی تھی۔ چنانچہ جب پرنس کریم آغا خان کی بیگم شہزادی سلیمہ نے ۲۰رجنوری ۱۹۷۰ء کو زنانہ دارالشفقت کا معائنہ کیا تو انجمن کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ ''ایشیا بھر میں صرف کوریا کے ایک تربیتی ادارے کو انجمن کے دارالشفقت سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے'' یقیناً یہ خراج تحسین انجمن کی قریباً سو سالہ خدمات کا اعتراف ہے۔ (۴۲)

انجمن کی قومی، خدمات بھی اس کی مذہبی، تعلیمی اور سماجی خدمات سے کسی طرح کم نہیں۔ انجمن کے سیاسی جلسوں نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے میں شاندار کردار ادا کیا۔ اگر دیکھا جائے تو اسلامیہ کالج لاہور بلکہ خود انجمن حمایت اسلام کا قیام سرسید کے دوقومی نظریے کا مرہون منت تھا۔ ''اسلامیہ کالج کی فضا پر مسلمانوں کی قومی انفرادیت کا رنگ ہمیشہ غالب رہا اور یہاں کے طلبہ مسلمانانِ ہند کی تمام سیاسی تحریکوں میں فکری یا عملی طور پر حصہ لینے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ تحریک خلافت ہو یا ۱۹۴۰ء کا وہ جلسہ جس میں قرارداد لاہور پیش کی گئی۔ سب میں اسلامیہ کالج کے طلباء پیش پیش تھے۔ ۱۹۴۰ء کے جلسے کا انتظام وانصرام مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے کیا تھا جو زیادہ تر اسلامیہ کالج کے طلبہ پر مشتمل تھی۔ اس طرح سب سے پہلی پاکستان کانفرنس جس کا انعقاد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام ہوا۔ قائداعظم نے اس کا افتتاح اسلامیہ کالج کے وسیع وعریض میدان فرمایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ لاہور ریزولیشن کو ''قرارداد'' کا نام دیا گیا۔ (۴۳) اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام سرسید کی علی گڑھ تحریک کے نہ صرف دوش بدوش چلتی رہی بلکہ علی گڑھ تحریک کے بعد اور اس کے ملی اور علمی و ادبی کاموں کو آگے بھی بڑھایا۔ ''تاریخ شاہد ہے کہ انجمن کی سرگرمیاں تحریک پاکستان کو مسلسل تقویت پہنچاتی رہی ہیں۔ اس لحاظ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان کا قیام انجمن کے مقاصد کی وسیع تر تکمیل ہے۔ پاکستان کا بنیادی تصور بھی وہی ہے جو انجمن حمایت اسلام کا اولین مقصد ہے، یعنی حمایت اسلام'' (۴۴) مختصر یہ کہ تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کے پیغام کی اشاعت اور کامرانی کا سہرا بڑی حد تک انجمن حمایت اسلام کے سر بھی ہے، جس نے قوم کے نوجوانوں کو نہ صرف زیور تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ انہیں سیاسی شعور بخشا اور ملی تحریکوں میں عملی طور پر حصہ لینے میں ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ خود انجمن کے عہدیداروں میں پنجاب کے ان مسلمان زعما کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جنہوں نے برعظیم بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے سلسلے میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ (۴۵)

انجمن کی علمی وادبی خدمات سے بھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ انجمن کے سالانہ جلسے، تعلیمی اور اشاعتی ادارے اس کا مرکز تھے۔ سالانہ جلسے اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت کے بہت بڑے گہوارے تھے جہاں ادباء شعراء، علماء، فضلاء، اردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے اور اشعار کے ذریعے قوم کے دلوں کو گرماتے۔ ''رسالہ حمایتِ اسلام'' اس کا بہت بڑا وسیلہ تھا۔ جس میں اردو ادب کے یہ خزانے محفوظ ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں اس کے رسالہ ''حمایت اسلام''، اشاعتی ادارے 'کتب خانہ انجمن حمایت اسلام' اور پھر اس کے بعد 'حمایت اسلام پریس' کا تذکرہ اس کی علمی وادبی خدمات میں ناگزیر ہے۔ پھر انجمن کے سالانہ جلسوں کی رودادیں ہیں جن میں خطبات، لیکچرز اور نظموں کی صورت میں علم وادب کے شاہکار موجود ہیں۔ ۱۹۶۷ء

میں انجمن کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر جسٹس سجاد احمد خان نے اپنے خطبۂ صدارت میں انجمن کی علمی و ادبی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''اردو ادب اور اردو شاعری کے فروغ میں ان مشاعروں کا خصوصی حصہ ہے۔ جو نا قابل فراموش ہے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ ۸۰ سال قبل (یعنی انجمن حمایت اسلام کے قیام کے وقت) جب ہندوستان میں انگریزی زبان تسلط اختیار کر رہی تھی تو ایسے میں کسمپرسی کی حالت میں اردو زبان کو انجمن نے سہارا دیا۔ اس نے اپنے دفتری کاروبار اور بیرونی مراسلت کے لئے اردو زبان کو اپنایا۔ انجمن کے سٹیج سے بہت سے باکمال شاعر متعارف ہوئے جن کی نظمیں ہمارے لٹریچر کا سرمایہ ناز ہیں (مثلاً اقبال)۔ (۴۶) اس طرح یہ انجمن جو سرسید کے عہد میں قائم ہوئی نہ صرف عہد سرسید میں بلکہ پاکستان بننے کے بعد بھی بہت دیر تک مسلسل اپنی ملی اور علمی و ادبی خدمات سرانجام دیتی رہی۔

غرض علی گڑھ کی جدیدیت پسند تحریک کو پنجاب میں کھلے دل سے قبول کیا گیا اور عہدِ سرسید ہی میں یہاں بے شمار ملی اور علمی و ادبی انجمنیں قائم ہو گئیں۔ اِن انجمنوں نے بحیثیت مجموعی مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول پر آمادہ کیا۔ جدید شاعری اور جدید ادب کی طرف توجہ دلائی۔ تعلیمی ترقی اور قومی ترقی کو ایک دوسرے کے ساتھ مشروط کیا۔ تعلیمی پسماندی اور معاشی افلاس کا احساس دلایا۔ مختلف علاقوں میں مزید فلاحی اور تعلیمی ادارے، انجمنیں اور تنظیمیں قائم کیں (مثلاً انجمن پنجاب نے اورینٹل کالج اور انجمن اسلامیہ پنجاب نے اسلامیہ کالج قائم کیا)، پیشہ ورانہ تربیت کے مراکز، کتب خانے اور چھاپا خانہ وغیرہ قائم کئے، رسائل کا اجراء کیا۔ جدید تعلیمی مقاصد کے لئے اشاعتِ کتب اور رسائل کے ساتھ ساتھ مفید کتابوں کے ترجمے اور تالیف کی مہم شروع کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورے پنجاب میں مختلف کالجز، انجمنوں، تنظیموں اور اداروں کا ایک جال بچھ گیا جس نے اس خطے میں ایک متحرک اور روشن علمی و ادبی فضا کو جنم دیا اور یقیناً اس فضا کے اثرات برصغیر کے دوسرے علاقوں پر بھی مرتب ہوئے۔ مندرجہ بالا جائزے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے پنجاب میں مسلمانوں کی علمی و ادبی، سیاسی و سماجی اور ذہنی بیداری میں جس طرح علی گڑھ تحریک کو خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اسی طرح پنجاب کی مسلم انجمنوں کے کردار سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سرسید کی علی گڑھ تحریک کو برصغیر کے دوسرے خطوں میں مشکلات کا سامنا تھا تو عین اسی وقت پنجاب میں ان انجمنوں نے سرسید تحریک کو اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے سہارا دیا اور اس کو آگے بڑھایا چنانچہ عہد سرسید میں قائم ہونے والی ان انجمنوں کے اثرات مسلمانوں کے سیاسی، سماجی اور علمی و ادبی مستقبل پر برصغیر میں اتنے ہی مرتب ہوئے جتنے کہ سرسید کے اثرات۔ چنانچہ آج پاکستان میں اور بالخصوص پنجاب میں جو ایک روشن علمی و ادبی اور سیاسی شعور و فضا موجود ہے اس کی بنیاد گزاری میں علی گڑھ تحریک کے ساتھ ساتھ ان انجمنوں کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حنیف رامے، ''اسلام کی روحانی قدریں-موت نہیں زندگی''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۴

۲۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروجِ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۷

۳۔ مولوی سیّد اقبال علی، سرسیّد احمد خاں کا سفر نامۂ پنجاب، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ل

۴۔ حمید احمد خان، پروفیسر، ''تعارف''، مشمولہ، سرسید احمد خان کا سفر پنجاب از مولوی سید اقبال علی ص ن

۵۔ ایضاً ۶۔ مولوی سید اقبال علی، ''سرسید احمد خان کا سفر نامہ پنجاب، ص ۲

۷۔ ان مباحث کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

صفیہ بانو، ڈاکٹر، ''انجمن پنجاب: تاریخ وخدمات''، کفایت اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۸ء، ص۱۰۶، ۱۰۷، ۱۹۰ تا ۲۰۱؛
غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، تاریخِ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، جدید اردو پریس، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص۲۱، ۴۱، ۴۹، ۱۲۹؛
افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروجِ اقبال، ص۸۹، ۹۰، ۱۲۷؛
مزید دیکھئے: عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، ''تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ''، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص۵۸۶، ۵۸۷

۸۔ آزاد، محمد حسین، نظم آزاد۔ شیخ مبارک علی، لاہور، ۱۹۴۷ء، ص۲۵، ۲۶

۹۔ صفیہ بانو، ڈاکٹر، ''انجمن پنجاب: تاریخ وخدمات''، ص۱۹۸

۱۰۔ Ikram Ali Malik,"A Book of readings on the history of Punjab",Research Society of Pakistan,Lahore,1970,PP.223;
مزید دیکھیے: حالی، الطاف حسین، حیاتِ جاوید، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، طبع جدید، سن ندارد، ص۷۸۳

۱۱۔ حمید احمد خان، پروفیسر، ''تعارف''، مشمولہ، سرسید احمد خان کا سفر پنجاب از مولوی سید اقبال علی، ص ک؛
مزید دیکھئے: عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، ''تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ''، ص۵۸۳، ۵۸۴؛
Churchill,Edward,D.Jr,"Muslim societies of the Punjab,‘1860-90’The Punjab Past and present,Punjabi University Patiala,1974,PP.69

۱۲۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروجِ اقبال، ص۱۲۸، ۱۲۹

۱۳۔ حمید احمد خان، پروفیسر، ''تعارف''، مشمولہ، سرسید احمد خان کا سفر پنجاب از مولوی سید اقبال علی، ص ی، ک، ل

۱۴۔ حالؔی، حیاتِ جاوید، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، طبع جدید، سن ندارد، ص۵۶۷

۱۵۔ Churchill, P.69

۱۶۔ صدیق جاوید، ڈاکٹر، اقبال۔ نئی تفہیم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص۶۵

۱۷۔ اکرام علی، ملک، ''انجمن اسلامیہ لاہور (۱۸۶۹ء۔۱۹۰۲ء)''، رسالہ المعارف، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ص۲۲، ۲۳

۱۸۔ شاہد، محمد حنیف، ''اقبال اور انجمن حمایت اسلام''، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص۲۲

۱۹۔ رسالہ انجمن اسلامیہ پنجاب، جولائی ۱۹۳۶ء تا جون ۱۹۳۷ء بحوالہ شاہد، محمد حنیف، اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۲۲، ۲۳

۲۰۔ بحوالہ شاہد، محمد حنیف، اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص۲۳

۲۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: ۔ مولوی سید اقبال علی، ''سرسید کا سفرنامۂ پنجاب''، ص۲۵۸ تا ۲۹۶؛
اکرم علی، ملک، ''انجمن اسلامیہ لاہور (۱۸۶۹-۱۹۰۲)''، رسالہ المعارف، ص۲۲، ۲۳

۲۲۔ مولوی سیّد اقبال علی، سرسیّد احمد خاں کا سفرنامۂ پنجاب، ص۳۰۷

۲۳۔ ایضاً، ص۲۹۸   ۲۴۔ اس کے لئے ملاحظہ کیجئے: ایضاً، ص۲۳۷ تا ۲۴۴

۲۵۔ ایضاً، ص۲۳۹، ۲۴۰   ۲۶۔ Churchill,PP.87,88

۲۷۔ چوہدری محمد انور امین، ''تاریخ مسلم لیگ کے دو ورق''، ماہنامہ نصرت، لاہور، جنوری/فروری، ۱۹۶۸ء، ص۸۵

۲۸۔ شاہد، محمد حنیف، مفکر پاکستان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص۱۵۸، ۱۶۱

۲۹۔ شاہد، محمد حنیف، اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام، کتب خانہ انجمن حمایتِ اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص۲۵

۳۰۔ ایضاً   ۳۱۔ ایضاً   ۳۲۔ ایضاً، ص۲۷؛
مزید دیکھئے: عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، ''تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ''، ص۵۸۳

۳۳۔ اسلامیہ کالج لاہور کے قیام کے پس منظر اور تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: میاں محمد شاہ دین کا مضمون ''پنجاب کے مسلمانوں میں تعلیم''۔ یہ مقالہ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۳ء کو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ علی گڑھ میں پڑھا گیا۔ مشمولہ:

Ahmad,Bashir,"JUstice,Shah Din,(his life and writings)",Lahore,1962, PP.198 to 200

۳۴۔ Ibid. PP.239

۳۵۔ شاہد، محمد حنیف، اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۲۷ تا ۳۱؛
رسالہ ''حمایت اسلام'' لاہور، ۱۰/اپریل ۱۹۷۰ (انجمن نمبر)؛ رسالہ ''حمایت اسلام'' لاہور، ۲۴/مارچ ۱۹۶۷ء

۳۶۔ رسالہ ''حمایت اسلام''، لاہور ۲۴/مارچ ۱۹۷۶ء، ص

۳۷۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروج اقبال، ص ۱۱۳ تا ۱۱۵؛
مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بارے میں مزید تفصیلات جاننے کے بارے میں دیکھئے:
عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، ''تحریک آزادی میں اردو کا حصہ''، ص ۵۸۷، ۵۸۸؛
انجمن حمایت اسلام کے حوالے سے بھی ڈاکٹر معین الدین عقیل نے تذکرہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں ملاحظہ کیجئے حاشیہ نمبر ۳۲

۳۸۔ اقبال اور انجمن حمایت اسلام کے حوالے سے تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے:۔
شاہد، محمد حنیف، اقبال و انجمن حمایت اسلام، ص ۲۹، ۳۰، ۴۹،
افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، ''عروج اقبال'' ص ۱۱۳ تا ۱۱۵

۳۹۔ شاہد، محمد حنیف، ''اقبال اور انجمن حمایت اسلام''، ص ۳۳

۴۰۔ ایضاً ص ۳۲، ۳۳ ۴۱۔ ایضاً ص ۴۱

۴۲۔ ایضاً ص ۳۹ تا ۴۰ مزید دیکھئے:
محمد حیات خان، ''مختصر تاریخ انجمن حمایت اسلام''، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۹۳۸ء، ص ۳۲

۴۳۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:
اقبال احمد صدیقی، قائداعظم، تقاریر و بیانات (جلد دوم)، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۳۵۹ تا ۳۷۵، ۳۷۷؛
حسن ریاض سید، پاکستان ناگزیر تھا، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۰ تا ۲۵۷
رسالہ ''حمایت اسلام''، لاہور، ۱۰/اپریل ۱۹۷۰ء، ص ۱۰؛
شاہد، محمد حنیف، ''اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۴۰ تا ۴۲

۴۴۔ شاہد، محمد حنیف، ''اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۳۱؛
رسالہ ''حمایت اسلام''، ۱۰/اپریل ۱۹۷۰ء

۴۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:
حمایت اسلام، ۲۴/اپریل ۱۹۷۰ء؛
شاہد، محمد حنیف، اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۴۲

۴۶۔ شاہد، محمد حنیف، اقبال اور انجمن حمایت اسلام، ص ۴۳ تا ۴۵؛
رسالہ ''حمایت اسلام''، ۲۶/اپریل ۱۹۶۸ء، ص ۱